كِتَابُ الْأَمْثَالِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

امثال کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

لفظ "مثل" کا لغوی واصطلاحی معنی

لفظ "مثل" عربی زبان کا ہے، جس کی جمع "امثال" ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے: نظیر، مانند، عبرت، کہاوت، کہانی، معیار، دلیل، ہم مثل، مطابقت، شکل، جیسا، تشبیہ، نمونہ، داستان اور افسانہ۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے:

☆ کسی غیر واضح یا غیر محسوس کو واضح اور محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دینا۔
☆ کوئی ایسا مشہور قول جس سے لوگوں کو نصیحت یا عبرت حاصل ہو۔
☆ نمونہ یا سانچہ جس کے ذریعے کوئی چیز تیار کی جائے۔
☆ نظروں سے پوشیدہ چیز کو استعارہ کی شکل میں نمایاں کرنا۔
☆ کسی حقیقی یا فرضی واقعہ کو بطور سبق یا عبرت پیش کرنا۔

امثال الحدیث کی اہمیت:

انسان فطری طور پر لہو پسند اور لہوت کا خوگر واقع ہوا ہے، یہ لعب کی طرح قصے کہانیوں کو زیادہ پسند کرتا ہے لیکن قابل اصلاح گفتگو سے جلدی اکتا کر عدم توجہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اللہ نے بھی فطرت انسانی کے مطابق انسان کو اپنے احکام سمجھانے کے لیے قرآن کریم میں جابجا مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک شواہد درج ذیل ہیں:

(۱) کفار کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۷۱)

"کفار کی مثال اس شخص کی ہے جو ایسے آدمی کو پکارے جو چیخ و پکار کے علاوہ کچھ نہیں سنتا۔ وہ بہرے، گونگے، اندھے اور بے شعور لوگ ہیں"۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی راہ میں اہل ایمان کے خرچ کرنے کی مثال بایں الفاظ بیان کی گئی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ○ (البقرہ:۲۶۱)

''ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس دانے کی ہے، جس نے سات بالیاں اگائیں جبکہ ہر بالی میں ایک سو دانے ہوں۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے''۔

(۳) ایمان نہ لانے والوں کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ○ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ○ (البقرہ:۱۷،۱۸)

ان کی مثال اس شخص کی ہے، جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کی روشنی کو ختم کر دیا اور انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں سکتے۔ وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ پس وہ لوٹنے والے نہیں ہیں''۔

علی ہذا القیاس امثال الحدیث بھی بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ مومن اور کافر کی مثال بیان کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مثل المومن كمثل الخامة من الزرع لفيئها الريح تصرعها مرة وتعدلها اخرى حتى تهيج ومثل الكافر الارزة المجذبة على اصلها الا يفيئها شيء حتّٰى يكون انجعافها مرة واحدة .

(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۵۶۵۰)

''مومن کی مثال کھیتی کے اس خوشے کی ہے جسے ہوا جھونکے دیتی ہے، کبھی اسے گراتی ہے پھر اسے سیدھا کھڑا کر دیتی ہے حتیٰ کہ وہ (پک کر) خشک ہو جاتا ہے۔ کافر کی مثال صنوبر (چلغوزہ) کے درخت کی ہے جو اپنے تنے پر (مضبوطی سے) کھڑا رہتا ہے اور اسے ہوا نہیں گراتی حتیٰ کہ اسے ایک ہی بار جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے''۔

امثال القرآن اور امثال الحدیث میں تعلق:

امثال القرآن اور امثال الحدیث کا باہم چولی دامن کا تعلق۔ اس سلسلہ میں چند اہم امور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

اول: دونوں کا بذریعہ وحی ہونا:

امثال القرآن اور امثال الحدیث دونوں کا تعلق وحی کے ساتھ ہے، وحی من جانب اللہ ہوتی ہے گویا قرآن کی طرح حدیث بھی وحی الٰہی ہے۔ تاہم دونوں میں اتنا امتیاز ضرور ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے یا قرآن وحی جلی اور حدیث وحی خفی ہے۔

قرآن کا وحی ہونا اظہر من الشمس ہے لیکن حدیث کے وحی ہونے پر قرآن یوں شاہد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى○ (النجم:۳،۴)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نطق نہیں فرماتے مگر جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے''۔

اس ارشاد خداوندی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلنے والے الفاظ (احادیث مبارکہ) کو وحی اور من جانب اللہ قرار

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں دوسرا ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ (الحجر:۹)

''بیشک ہم نے ذکر اتارا اور بیشک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

اس آیت میں لفظ ''ذکر'' سے مراد قرآن ہو سکتا ہے اور حدیث بھی' کیونکہ اس کا اطلاق دونوں پر ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ''حدیث'' وحی الٰہی ہے۔

دوم: دونوں کا ایک ہی ذات کے ذریعے ہم تک پہنچنا:

جس طرح قرآن وحدیث دونوں وحی اور من جانب اللہ ہیں، اسی طرح یہ دونوں ایک ذات کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔ یہ وحی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، آپ سے یہ ورثہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حاصل کیا پھر تابعین اور تبع تابعین کے بعد نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا۔ گویا قرآن وسنت دونوں بطور وحی بذریعہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچے ہیں۔

قرآن کریم کی طرح احادث مبارکہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام سے اپنے صحابہ کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ قرآن کی طرح احادیث مبارکہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تحریری صورت میں محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ پھر وقت آنے پر یہ سرمایہ اپنے تلامذہ (تابعین) کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر مگر جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ ابوشاہ نامی ایک صحابی نے متاثر ہو کر آپ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے یہ خطبہ تحریر فرما دیجیے؟ آپ نے اپنے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ اسے خط تحریر کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

سوم: امثال الحدیث سے امثال القرآن کی وضاحت ہونا:

قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے، جو اس قدر جامع ہے کہ اس میں روزمرہ زندگی کے تمام احکام ومسائل بیان کر دیے گئے ہیں۔ تاہم بعض احکام اختصار سے بیان کیے گئے ہیں جو تفصیل طلب ہیں اور ان کی تفصیل احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ گویا قرآن اگر متن ہے' تو حدیث اس کی تفسیر ہے۔ اس سلسلے میں مثال یوں بیان کی جا سکتی ہے کہ ارشاد خداوندی ہے:

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ ○

(ابراہیم:۲۴)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال اس طرح بیان کی ہے' جس طرح ایک پاکیزہ درخت ہو کہ اس کی جڑ زمین میں قائم ہو اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوں''۔

اس مثال کی وضاحت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کی مثال سے بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اخبرونی بشجرۃ کالرجل المسلم توتی اکلھا کل حین باذن ربھا لایتحات ورقھا؟ ثم قال:ھی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

النخلة" (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۶۱)

"مجھے ایسے درخت کے بارے میں بتاؤ جو مسلمان آدمی کی مثل ہوتا ہے وہ اپنے پروردگار کے حکم سے پھل آور رہتا ہے اور اس کے پتے نہیں گرتے؟ پھر آپ نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے"۔

اس مثال سے واضح ہوا کہ قرآن فہمی کے لیے ہمیں حدیث کی ضرورت ہے، کیونکہ جس طرح قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جاسکتی ہے، اسی طرح قرآن کی تفسیر احادیث سے بھی کی جاسکتی ہے۔ اس مثال سے قرآن وحدیث کے عمیق تعلق وعلاقہ کا پتہ چلتا ہے۔

چہارم: مقصدیت کے اعتبار سے دونوں میں تعلق:

اگر کسی عمل خیر کی نیت اچھی ہو تو اس کا ثمرہ بھی اچھا ہوگا ورنہ نتیجہ قابل مؤاخذہ اور باعث مذمت ہوگا۔ اس سلسلے میں مسجد ضرار کی تعمیر کا واقعہ ہے جو قرآن کریم میں یوں بیان ہوا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ (التوبۃ:۱۰۷)

"وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار (نقصان پہنچانے کے لیے) بنائی کفر کے لیے، مسلمانوں میں تفرقہ بازی کے لیے اور اس انتظار میں کہ وہ پہلے ہی سے اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، وہ اس بات کی ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جھوٹے ہیں"۔

معیار ومدار کے حوالے سے مشہور حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما الاعمال بالنيات وانما لامرئ مانوی فمن كانت هجرته الى دنيا ليصيبها او امراة ينكحها فهجرته الى ماهاجر اليه (الصحیح للبخاری رقم الحدیث:۱)

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس شخص نے حصول دنیا کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اس کے لیے ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی"۔

فضیلت تعمیر مسجد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من بنى مسجد الله بنى الله له بيتا فى الجنة (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۱۲۷۰)

"جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اللہ جنت میں اس کا گھر بنائے گا"۔

خواہ مسجد بنانا عمل خیر اور نیکی ہے لیکن نیت تخریب کاری یا تفریق بین الناس کی ہو تو یہ عمل خیر نہیں رہے گا بلکہ عمل سیئہ بن جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کے درمیان مقصدیت کا بھی تعلق ہے۔

فائدہ نافعہ: قرآن وحدیث اور حکماء کے کلام میں امثال کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اہل علم اور وارثان محراب ومنبر احکام الٰہی مثالوں کے ذریعے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کریں تاکہ ان کے سمجھنے اور سمجھانے میں دشواری پیش نہ آئے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ مَا جَآءَ فِی مَثَلِ اللّٰهِ لِعِبَادِهٖ

باب1: (فرمان نبوی ہے:) اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لیے مثال

2786 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ حَدَّثَنَا بَقِیَّةُ بْنُ الْوَلِیْدِ عَنْ بَحِیْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِیْمًا عَلٰی كَنَفَیِ الصِّرَاطِ زُوْرَانِ لَهُمَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ عَلَی الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ وَّدَاعٍ یَّدْعُوْ عَلٰی رَاْسِ الصِّرَاطِ وَدَاعٍ یَّدْعُوْ فَوْقَهٗ (وَاللّٰهُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) وَالْاَبْوَابُ الَّتِیْ عَلٰی كَنَفَیِ الصِّرَاطِ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا یَقَعُ اَحَدٌ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰهِ حَتّٰی یُكْشَفَ السِّتْرُ وَالَّذِیْ یَدْعُوْ مِنْ فَوْقِهٖ وَاعِظُ رَبِّهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

قولِ امام دارمی: قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ زَكَرِیَّا بْنَ عَدِیٍّ یَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِیُّ خُذُوْا عَنْ بَقِیَّةَ مَا حَدَّثَكُمْ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا تَاْخُذُوْا عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ عَیَّاشٍ مَا حَدَّثَكُمْ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا غَیْرِ الثِّقَاتِ

◆◆ حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال اس طرح بیان کی ہے: وہ ایسا راستہ ہے جس پر دونوں طرف دیواریں ہیں جن میں مختلف دروازے لگے ہوئے ہیں اور ان پر پردے لٹک رہے ہیں پھر ایک دعوت دینے والا شخص اس پل کے سرے پر (کھڑا) ہو کر دعوت دیتا ہے اور ایک دعوت دینے والا اس پر دعوت دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔

وہ دروازے جو پل کے دونوں طرف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں (یعنی اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں) اور کوئی بھی شخص اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حدود میں مبتلا نہیں ہوتا جب تک اس پردے کو ہٹایا نہ جائے اور وہ شخص اس پر دعوت دے رہا ہے وہ اپنے پروردگار کی طرف سے وعظ و نصیحت کرنے والا ہے۔ (یعنی اس کا رسول ہے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن (یعنی امام دارمی) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے زکریا بن عدی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے ابواسحاق فزاری فرماتے ہیں: بقیہ نامی محدث سے وہ روایات قبول کرو جو وہ ثقہ راویوں کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: البتہ اسماعیل بن عیاش کی روایات کو قبول نہ کرو خواہ وہ ثقہ راویوں کے حوالے سے نقل کریں یا غیر ثقہ راویوں کے حوالے سے نقل کریں۔

2786 اخرجه احمد (٤/١٨٢، ١٨٣).

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

2787 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِلَالٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِىَّ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ اِنِّىْ رَاَيْتُ فِى الْمَنَامِ كَاَنَّ جِبْرِيْلَ عِنْدَ رَاْسِىْ وَمِيْكَائِيْلَ عِنْدَ رِجْلَىَّ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اضْرِبْ لَهُ مَثَلًا فَقَالَ اسْمَعْ سَمِعَتْ اُذُنُكَ وَاعْقِلْ عَقَلَ قَلْبُكَ اِنَّمَا مَثَلُكَ وَمَثَلُ اُمَّتِكَ كَمَثَلِ مَلِكٍ اتَّخَذَ دَارًا ثُمَّ بَنٰى فِيْهَا بَيْتًا ثُمَّ جَعَلَ فِيْهَا مَائِدَةً ثُمَّ بَعَثَ رَسُوْلًا يَدْعُو النَّاسَ اِلٰى طَعَامِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ اَجَابَ الرَّسُوْلَ وَمِنْهُمْ مَنْ تَرَكَهُ فَاللّٰهُ هُوَ الْمَلِكُ وَالدَّارُ الْاِسْلَامُ وَالْبَيْتُ الْجَنَّةُ وَاَنْتَ يَا مُحَمَّدُ رَسُوْلٌ فَمَنْ اَجَابَكَ دَخَلَ الْاِسْلَامَ وَمَنْ دَخَلَ الْاِسْلَامَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ اَكَلَ مَا فِيْهَا

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْنَادٍ اَصَحَّ مِنْ هٰذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ

توضیحِ راوی: سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ هِلَالٍ لَمْ يُدْرِكْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ﷠ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا: جبریل میرے سرہانے موجود ہیں اور میکائیل میرے پاؤں کی طرف موجود ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ان صاحب (یعنی نبی اکرم ﷺ) کی مثال بیان کرو! تو دوسرے نے جواب دیا: (یعنی نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرکے کہا) آپ سنیے۔ آپ کے کان سنتے ہیں اور آپ کا ذہن اس کو سمجھتا ہے۔ آپ کی اور آپ کی امت کی مثال اس بادشاہ کی طرح ہے' جو ایک محل بنواتا ہے' پھر اس محل میں ایک گھر بناتا ہے' پھر اس میں ایک دسترخوان رکھواتا ہے' پھر ایک پیغام رساں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے تو ان میں سے کچھ لوگ پیغام رساں کی دعوت کو قبول کرلیتے ہیں اور کچھ لوگ اسے ترک کردیتے ہیں' تو وہ بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ محل اسلام ہے وہ گھر جنت ہے' اور وہ پیغام رساں حضرت محمد ﷺ آپ ہیں اور جو شخص آپ کی دعوت کو قبول کرے گا' وہ اسلام میں داخل ہوگا' اور جو اسلام میں داخل ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا' اور جو جنت میں داخل ہوگا' وہ وہاں موجود چیزوں کو کھا پی لے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' اور وہ سند اس کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

یہ حدیث ''مرسل'' ہے۔

سعید بن ابو ہلال نامی راوی نے حضرت جابر بن عبداللہ ﷠ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

2787۔ اخرجه البخاری تعليقاً عن قتيبة عن ليث عن خالد عن سعيد بن ابی هلال عن جابر به اخرجه البخاری (۲۶۳/۱۳) كتاب الاعتصام، باب: الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقول الله تعالىٰ (واجعلنا للمتقين اماماً) حديث رقم (۷۲۸۱)۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2788 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ اَبِیْ تَمِیْمَةَ الْهُجَیْمِیِّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَخَذَ بِیَدِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ حَتّٰی خَرَجَ بِهٖ اِلٰی بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَاَجْلَسَهٗ ثُمَّ خَطَّ عَلَیْهِ خَطًّا ثُمَّ قَالَ لَا تَبْرَحَنَّ خَطَّكَ فَاِنَّهٗ سَیَنْتَهِیْ اِلَیْكَ رِجَالٌ فَلَا تُكَلِّمْهُمْ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَلِّمُوْنَكَ قَالَ ثُمَّ مَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیْثُ اَرَادَ فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ فِیْ خَطِّیْ اِذْ اَتَانِیْ رِجَالٌ كَاَنَّهُمُ الزُّطُّ اَشْعَارُهُمْ وَاَجْسَامُهُمْ لَا اَرٰی عَوْرَةً وَّلَا اَرٰی قِشْرًا وَّیَنْتَهُوْنَ اِلَیَّ وَلَا یُجَاوِزُوْنَ الْخَطَّ ثُمَّ یَصْدُرُوْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ لٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَنِیْ وَاَنَا جَالِسٌ فَقَالَ لَقَدْ اَرَانِیْ مُنْذُ اللَّیْلَةَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَیَّ فِیْ خَطِّیْ فَتَوَسَّدَ فَخِذِیْ فَرَقَدَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَقَدَ نَفَخَ فَبَیْنَا اَنَا قَاعِدٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَسِّدٌ فَخِذِیْ اِذَا اَنَا بِرِجَالٍ عَلَیْهِمْ ثِیَابٌ بِیْضٌ اللّٰهُ اَعْلَمُ مَا بِهِمْ مِنَ الْجَمَالِ فَانْتَهَوْا اِلَیَّ فَجَلَسَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ رِجْلَیْهِ ثُمَّ قَالُوْا بَیْنَهُمْ مَا رَاَیْنَا عَبْدًا قَطُّ اُوْتِیَ مِثْلَ مَا اُوْتِیَ هٰذَا النَّبِیُّ اِنَّ عَیْنَیْهِ تَنَامَانِ وَقَلْبُهٗ یَقْظَانُ اضْرِبُوْا لَهٗ مَثَلًا مَثَلُ سَیِّدٍ بَنٰی قَصْرًا ثُمَّ جَعَلَ مَاْدُبَةً فَدَعَا النَّاسَ اِلٰی طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ فَمَنْ اَجَابَهٗ اَكَلَ مِنْ طَعَامِهٖ وَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهٖ وَمَنْ لَّمْ یُجِبْهُ عَاقَبَهٗ اَوْ قَالَ عَذَّبَهٗ ثُمَّ ارْتَفَعُوْا وَاسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتَ مَا قَالَ هٰؤُلَاءِ وَهَلْ تَدْرِیْ مَنْ هٰؤُلَاءِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هُمُ الْمَلَائِكَةُ فَتَدْرِیْ مَا الْمَثَلُ الَّذِیْ ضَرَبُوْا قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الْمَثَلُ الَّذِیْ ضَرَبُوا الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی بَنَی الْجَنَّةَ وَدَعَا اِلَیْهَا عِبَادَهٗ فَمَنْ اَجَابَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَّمْ یُجِبْهُ عَاقَبَهٗ اَوْ عَذَّبَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ تَمِیْمَةَ هُوَ الْهُجَیْمِیُّ وَاسْمُهٗ طَرِیْفُ بْنُ مُجَالِدٍ وَّاَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِیُّ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلٍّ وَّسُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ قَدْ رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْهُ مُعْتَمِرٌ وَّهُوَ سُلَیْمَانُ بْنُ طَرْخَانَ وَلَمْ یَكُنْ تَیْمِیًّا وَّاِنَّمَا كَانَ یَنْزِلُ بَنِیْ تَیْمٍ فَنُسِبَ اِلَیْهِمْ قَالَ عَلِیٌّ قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ مَا رَاَیْتُ اَخْوَفَ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کی۔ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کے قریب وادی بطحاء میں چلے گئے۔ انہیں وہاں بٹھا دیا اور پھر ایک لکیر کھینچ کر ارشاد فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا، تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں گے، تم ان کے ساتھ

2788۔ اخرجه الدارمی (۱/۷)، کتاب۔ باب: صفة النبی صلی اللہ علیه وسلم۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کوئی بات نہ کرنا' وہ بھی تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کریں گے' پھر نبی اکرم ﷺ نے جہاں تک جانا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ میں اس دوران اس دائرے کے اندر بیٹھا رہا۔ اس دوران کچھ لوگ وہاں آئے یوں لگتا تھا کہ وہ بڑے بھاری بھرکم لوگ ہیں' ان کے بال اور جسم اس طرح تھے کہ نہ میں نے ان کی شرمگاہ کو دیکھا اور نہ ہی میں نے انہیں لباس پہنے ہوئے دیکھا' وہ میری طرف آئے لیکن اس لکیر کو پار نہیں کر سکے پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف چلے گئے' یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ گزرا تو نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے' میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں رات بھر سو نہیں سکا پھر آپ اس لکیر کے اندر میرے پاس آئے۔ آپ نے میرے زانوں کو تکیہ بنایا اور سو گئے۔ نبی اکرم ﷺ جب سوتے تھے' تو آپ خراٹے لیا کرتے تھے۔ اسی دوران جب میں بیٹھا ہوا تھا اور نبی اکرم ﷺ میرے زانوں پر سر رکھ کر سو رہے تھے' تو وہاں کچھ لوگ آئے' جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے حسن و جمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ لوگ میرے پاس آئے' پھر ایک جماعت نبی اکرم ﷺ کے سرہانے کی طرف بیٹھ گئی اور دوسری جماعت آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئی' پھر انہوں نے ایک دوسرے سے یہ کہا: ہم نے ایسا کوئی بندہ نہیں دیکھا جسے وہ کچھ عطا کیا گیا جو ان نبی کو عطا کیا گیا ہے۔ ان کی دونوں آنکھیں سو رہی ہوتی ہیں' لیکن ان کا ذہن بیدار ہوتا ہے۔ تم ان کے لیے مثال بیان کرو۔ ان کی مثال اس سردار کی طرح ہے' جو ایک محل بناتا ہے' پھر اس میں دسترخوان رکھواتا ہے' اور لوگوں کو کھانے اور پینے کی دعوت دیتا ہے' تو جو شخص اس دعوت کو قبول کرلے گا وہ کھانے کو کھا لے گا' اور اس مشروب کو پی لے گا' اور جو اس دعوت کو قبول نہیں کرے گا' وہ سردار اس پر ناراض ہوگا (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسے سزا دے گا پھر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے' تو نبی اکرم ﷺ بیدار ہوگئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے سنا؟ جو ان لوگوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو یہ کون لوگ تھے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ فرشتے تھے کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے جو مثال بیان کی تھی اس سے مراد کیا ہے؟ میں نے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہوں نے جو مثال بیان کی تھی' اس کا مفہوم یہ ہے: رحمٰن نے جنت بنائی اور اپنے بندوں کو اس کی طرف دعوت دی۔ تو جو شخص اس کی دعوت کو قبول کرلے گا وہ جنت میں داخل ہوگا' اور جو اس کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا' رحمٰن اس کو سزا دے گا۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسے عذاب دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور یہ اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ابو تمیمہ نامی راوی ہجیمی ہیں اور ان کا نام طریف بن مجالد ہے۔

ابو عثمان نہدی نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن مل ہے۔

سلیمان تیمی نامی راوی سے اس روایت کو معتمر نے نقل کیا ہے' یہ راوی سلیمان بن ترخان ہے۔ یہ ''تیمی'' نہیں ہیں۔ یہ صاحب بنو تمیم کے ہاں پڑاؤ کیا کرتے تھے' اور ان سے منسوب ہوگئے۔

علی (بن مدینی) فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں نے سلیمان تیمی سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شرح

مفہوم احادیث:

پہلی حدیث باب میں زبان نبوت سے اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان فرمائی گئی کہ ہے یعنی حدیث قدسی ہے کہ ایک سیدھا راستہ منزل کی طرف جاتا ہے جس کے دونوں اطراف میں دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور ان پر منقش پردے لٹک رہے ہوں۔ سیدھا راستہ سے مراد ''اسلام'' ہے، اس کی دیواروں سے مراد حدود خداوندی ہیں، دروازوں سے مراد گمراہی کے راستے ہیں جن کے ذریعے لوگ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں اور منقش پردوں سے مراد خواہشات نفسانی ہیں جن کی تکمیل میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ مسلمان اس راستہ میں قدم رکھتا ہے۔ راستہ کے شروع میں ایک ناصح شخص اس کی راہنمائی کرتا ہے کہ یہ راستہ بالکل سیدھا طے کرتے جائیں، دائیں یا بائیں کھلنے والے کسی دروازے کی طرف ہرگز نہ جائیں، پردہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں ورنہ گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ یہ ناصح قرآن کریم ہے۔ اس راستہ کی دوسری جانب بھی ایک ناصح آدمی موجود ہے، جو آنے والے کو پکارتا ہے کہ دیواروں سے باہر کھلنے والے دروازوں سے باہر جھانکنے کی ہرگز کوشش نہ کریں بلکہ سیدھے چلے آؤ۔ اس ناصح شخص سے مراد مسلمان کا ضمیر ہے۔ جب مسلمان حفاظت وامن کے ساتھ اس راستہ کو عبور کر لیتا ہے تو جنت کے علاقہ کا آغاز ہو جاتا ہے اور وہ اپنی منزل مقصود میں رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

دوسری حدیث باب میں بادشاہ سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے، محل سے مراد کھلی حویلی ہے اور دوسرے محل سے مراد اندرخانہ کا محل ہے جس میں انواع واقسام کے کھانوں کا دسترخوان سجایا گیا ہو۔ سلطان کے قاصد سے مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ باذن الٰہی لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں، جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرتا ہوا دائرہ اسلام میں داخل ہوگا۔ وہ جنت میں داخل ہو کر اس کی نعمتوں سے مستفید ومستفیض ہوگا۔

تیسری حدیث باب میں مثال کے ذریعے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ پروردگار عالم نے جنت تخلیق فرمائی اور اپنے بندوں کو دعوت دی، جو قبول اسلام کی صورت میں لبیک کہے گا۔ وہ اس میں داخل ہو کر اس کی نعمتوں سے استفادہ کر سکے گا۔ اس کے برعکس جو شخص اس دعوت کو مسترد کرے گا، وہ نہ صرف جنت کی نعمتوں سے محروم رہے گا بلکہ عذاب الٰہی کا حقدار قرار پائے گا۔

سوال: سمعت اذنك واعقل عقل قلبك کے الفاظ مشہور روایت فنامت عيناى سے متعارض ہیں؟

جواب: دونوں روایات قریب المفہوم ہیں، کیونکہ زیر بحث حدیث کا مطلب ہے کہ آپ توجہ اور غور وخوض سے سماعت فرمائیں تاکہ اصل مضمون بلاتکلف ذہن نشین ہو سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل بیدار رہتا ہے۔

سوال: حدیث باب کی سند میں سلیمان التیمی راوی کا ذکر نہ ہونے کے باوجود امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تعارف کیوں کروایا ہے؟

جواب: خواہ ہمارے (برصغیر کے) نسخوں میں جامع ترمذی کی سند میں ان کا ذکر موجود نہیں ہے مگر مصری نسخہ کی سند میں اس راوی کا ذکر موجود ہے جس وجہ سے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تعارف کروایا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ مَا جَآءَ فِي مَثَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَنْبِيَاءِ قَبْلَهُ

باب 2: نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کی مثال

2789 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنِ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ بَصْرِيٌّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ كَرَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَاَكْمَلَهَا وَاَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری اور دیگر انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو گھر بناتا ہے اسے مکمل کر لیتا ہے اور آراستہ کرتا ہے۔ صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ اس سے متاثر ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں: اس اینٹ کی جگہ کو کیوں خالی رکھا گیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

مثال کے ذریعے مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک خوبصورت محل کی تکمیل کے لیے جس طرح خالی جگہ میں آخری اینٹ کا لگانا ضروری ہے، اسی طرح قصر نبوت کی تکمیل کے لیے آخری اینٹ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی ضروری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قصر نبوت ہر اعتبار سے مکمل ہو گیا اور نیا نبی پیدا ہونا محال ہے، کیونکہ آپ آخری نبی ہیں جبکہ آپ کے بعد نیا نبی نہیں آسکتا۔ قرآن وسنت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

علاوہ ازیں حدیث باب میں دیگر انبیاء علیہم السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ مبداء خلق ہونے کے باوجود آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ ۔ یعنی میرے بعد سلسلہ نبوت جاری رہتا تو عمر نبی ہوتے۔

2789۔ اخرجه البخاري (٦/٦٤٥): كتاب المناقب: باب: خاتم النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (٣٥٣٤)، و مسلم (١٧٩١/٤): كتاب الفضائل: باب: ذكر كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين، حديث (٢٢٨٧/٢٣).

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پُر ملال کے فوراً بعد مسیلمہ کذاب نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ فرمایا، جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ بعدازاں ہر دور میں جھوٹی نبوت کے مدعی پیدا ہوتے رہے اور اہل ایمان انہیں واصل جہنم کرتے رہے۔ انگریز دور میں برصغیر (ہندوستان) کے مشہور قصبہ ''قادیان'' میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی نامی شخص نے متنبی عصر ہونے کا دعویٰ کیا، حکومت وقت نے اس کی خوب سرپرستی کی اور اسے ہر ممکن سہولیات فراہم کیں۔ علماء ومشائخ نے اس کا خوب تعاقب کیا، مناظرہ اور تحریری میدان میں اس کا مقابلہ کیا۔ وہ علماء ومشائخ جنہوں نے مناظرہ اور مباہلہ کا اسے چیلنج کیا ان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔

۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی لیٹرین میں گر کر واصل جہنم ہوا۔ اس کے متبعین کی شیطانی جماعت تیار ہو چکی تھی، جنہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ علماء ومشائخ اہل سنت نے بھی مسلسل ان کا مقابلہ جاری رکھا۔ اسی کشمکش میں نوے سال کا عرصہ بیت گیا۔ بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا وہ تاریخی دن بھی آ گیا جس میں قومی اسمبلی میں قائد اہل سنت حضرت امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ (سربراہ جمعیت علماء پاکستان وچیئرمین ورلڈ اسلامک مشن) کی قرارداد کے نتیجہ میں حکومت پاکستان کی طرف سے قادیانوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ بعدازاں دیگر اسلامی ممالک نے بھی انہیں سرکاری طور پر غیر مسلم قرار دیا۔ اس طرح نوے سالہ ''قادیانی مسئلہ'' حضرت امام نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کاوش سے حل ہوا۔

سوال: حدیث مذکور میں مشبہ واحد ہے جبکہ مشبہ بہ جمع ہے تو اس طرح تشبیہ درست نہیں ہو سکتی؟

جواب: (۱) لفظ ''انبیاء'' کو واحد کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔

(۲) یہاں تشبیہ حقیقی نہیں بلکہ تشبیہ تمثیلی مراد ہے۔

(۳) جمع سے اذوات مراد نہیں، بلکہ صفات مراد ہیں یعنی نبوت ورسالت۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مَثَلِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ

باب 3: نماز، روزے اور صدقے کی مثال

2790 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ سَلَّامٍ اَنَّ اَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ الْحَارِثَ الْاَشْعَرِیَّ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَنْ يَّعْمَلَ بِهَا وَيَاْمُرَ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَّعْمَلُوْا بِهَا وَاِنَّهٗ كَادَ اَنْ يُّبْطِئَ بِهَا فَقَالَ عِيْسٰى اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَكَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ لِتَعْمَلَ بِهَا وَتَاْمُرَ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَّعْمَلُوْا

2790- اخرجه (ابن خزيمة) (۲٤٤/۱)، حديث (٤٨٣)، (٦٣/٢)، حديث (٩٣٠)، (١٩٥/٣)، حديث (١٨٩٥)، و احمد (١٣٠/٤، ٢٠٢)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِهَا فَاِمَّا اَنْ تَاْمُرَهُمْ وَاِمَّا اَنْ اٰمُرَهُمْ فَقَالَ يَحْيٰى اَخْشٰى اِنْ سَبَقْتَنِیْ بِهَا اَنْ يُّخْسَفَ بِیْ اَوْ اُعَذَّبَ فَجَمَعَ النَّاسَ فِیْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَامْتَلَاَ الْمَسْجِدُ وَتَعَدَّوْا عَلَى الشُّرَفِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَنْ اَعْمَلَ بِهِنَّ وَآمُرَكُمْ اَنْ تَعْمَلُوْا بِهِنَّ اَوَّلُهُنَّ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّاِنَّ مَثَلَ مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرٰى عَبْدًا مِّنْ خَالِصِ مَالِهٖ بِذَهَبٍ اَوْ وَرِقٍ فَقَالَ هٰذِهٖ دَارِیْ وَهٰذَا عَمَلِیْ فَاعْمَلْ وَاَدِّ اِلَیَّ فَكَانَ يَعْمَلُ وَيُؤَدِّیْ اِلٰى غَيْرِ سَيِّدِهٖ فَاَيُّكُمْ يَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدُهٗ كَذٰلِكَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَكُمْ بِالصَّلٰوةِ فَاِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ يَنْصِبُ وَجْهَهٗ لِوَجْهِ عَبْدِهٖ فِیْ صَلَاتِهٖ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ وَآمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِیْ عِصَابَةٍ مَعَهٗ صُرَّةٌ فِيْهَا مِسْكٌ فَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ اَوْ يُعْجِبُهٗ رِيْحُهَا وَاِنَّ رِيْحَ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَاَوْثَقُوْا يَدَهٗ اِلٰى عُنُقِهٖ وَقَدَّمُوْهُ لِيَضْرِبُوْا عُنُقَهٗ فَقَالَ اَنَا اَفْدِيْهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ فَفَدٰى نَفْسَهٗ مِنْهُمْ وَآمُرُكُمْ اَنْ تَذْكُرُوا اللّٰهَ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِیْ اَثَرِهٖ سِرَاعًا حَتّٰى اِذَا اَتٰى عَلٰى حِصْنٍ حَصِيْنٍ فَاَحْرَزَ نَفْسَهٗ مِنْهُمْ كَذٰلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهٗ مِنَ الشَّيْطَانِ اِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اللّٰهُ اَمَرَنِیْ بِهِنَّ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَاِنَّهٗ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ اِلَّا اَنْ يَّرْجِعَ وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّهٗ مِنْ جُثَا جَهَنَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ صَلّٰى وَصَامَ قَالَ وَاِنْ صَلّٰى وَصَامَ فَادْعُوْا بِدَعْوَى اللّٰهِ الَّذِیْ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عِبَادَ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

قول امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْحَارِثُ الْاَشْعَرِیُّ لَهٗ صُحْبَةٌ وَّلَهٗ غَيْرُ هٰذَا الْحَدِيْثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِیُّ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ اَبِیْ سَلَّامٍ عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ سَلَّامٍ الْحَبَشِیُّ اسْمُهٗ مَمْطُوْرٌ وَّقَدْ رَوَاهُ عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ

◆◆ حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ وہ خود ان پر عمل کریں اور بنواسرائیل کو یہ ہدایت کریں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں۔ انہوں نے ایسا کرنے میں کچھ تاخیر کی تو حضرت عیسیٰ نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے: آپ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنواسرائیل کو بھی اس کا حکم دیں کہ وہ اس پر عمل کریں یا تو آپ ان کو حکم دے دیں ورنہ میں انہیں یہ حکم دیتا ہوں تو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے یہ فرمایا: مجھے یہ اندیشہ ہے: اگر آپ نے مجھ سے پہلے ایسا کر دیا تو مجھے زمین میں دھنسا دیا جائے گا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) مجھے عذاب دیا جائے گا پھر انہوں نے بیت المقدس میں لوگوں کو جمع کیا وہ بھر گیا اور لوگ اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے کناروں تک بیٹھ گئے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے۔ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم لوگوں کو بھی یہ ہدایت کروں کہ تم ان پر عمل کرو۔ ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، وہ شخص جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے' اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو خالص اپنے مال میں سے سونے یا چاندی کے عوض میں ایک غلام خریدتا ہے' اور یہ کہتا ہے: یہ میرا گھر ہے' اور یہ میرا کام ہے تم یہ کام کرو اور اس کا منافع مجھے ادا کرو' تو وہ غلام کام کرنے کے بعد اس کا منافع اپنے آقا کی بجائے کسی اور کو ادا کرتا ہے' تو تم بتاؤ کون شخص اس بات پر راضی ہوگا کہ اس کا غلام اس طرح کا ہو؟

اللہ تعالیٰ تمہیں نماز ادا کرنے کا حکم دیتا ہے جب تم نماز ادا کرو' تو اِدھر اُدھر منہ نہ کرو' کیونکہ جب بندہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ بندے کے مدمقابل ہوتا ہے' جب تک وہ اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو کچھ دوسرے لوگوں کے ہمراہ ہو اس شخص کے پاس ایک تھیلی ہو جس میں مشک موجود ہو جس کی خوشبو ہر کسی کو اچھی لگتی ہے۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسے اچھی لگتی ہے۔ روزہ دار شخص کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جسے دشمن قید کر لیتا ہے۔ اس کے ہاتھ، گردن پر باندھ دیتا ہے' اور اس کی گردن اڑانے کے لیے اسے لے کر جاتا ہے۔ وہ شخص یہ کہتا ہے: تھوڑا یا زیادہ جو کچھ بھی میرے پاس ہے وہ میں تمہیں فدیے کے طور پر دیتا ہوں' تو وہ اپنا فدیہ ادا کر کے (خود کو ان سے چھڑوا لیتا ہے)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے: تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو! اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے: جس کے پیچھے دشمن لگا ہوا ہے۔ وہ تیز رفتاری سے جاتے ہوئے ایک ٹیلے تک پہنچ جاتا ہے' اور اس میں داخل ہو کر اپنے آپ کو ان سے بچا لیتا ہے' اسی طرح بندہ اپنے آپ کو شیطان سے اسی وقت بچا سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میں تم لوگوں کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے۔ (حاکم وقت کی) اطاعت و فرمانبرداری کرنا، جہاد کرنا، ہجرت کرنا اور (مسلمانوں کی) جماعت کے ساتھ رہنا' کیونکہ جو شخص جماعت بالشت بھر الگ ہوگا وہ اپنی گردن سے اسلام کے پٹے کو اتار دے گا تاوقتیکہ وہ اس میں واپس آ جائے اور جو شخص زمانہ جاہلیت کی طرح دعویٰ کرے گا' تو وہ جہنم کا ایندھن ہوگا۔

ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو' اور روزے رکھتا ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہے تم وہ والا دعویٰ کرو! جو اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رکھا ہے۔ یعنی مسلمان' مؤمن' اللہ تعالیٰ کے بندے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اور ان سے دیگر روایات بھی منقول ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابوسلام نامی راوی کا نام ''ممطور'' ہے۔

اس روایت کو علی بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

بنی اسرائیل کو پانچ امور کا حکم:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو پانچ امور کا خصوصیت سے حکم دیا گیا تھا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) محض اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرنا، تاکہ مقصد تخلیق انسان حاصل ہو سکے اس کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے اجتناب کرنا، کیونکہ یہ ایسا گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

(۲) نماز نہایت حضور قلب اور انہماک کے ساتھ ادا کرنا یعنی نماز ادا کرنے کی کیفیت یہ ہونی چاہیے کہ گویا نمازی اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ درجہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس حالت میں نمازی اپنی توجہ اور چہرہ ہرگز دوسری جانب نہیں پھیر سکتا۔ نماز تمام عبادات کی ماں ہے، جو تمام امتوں پر فرض کی گئی تھی۔

(۳) باقاعدگی سے روزے رکھنا، روزہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین راز ہے جس میں ریاکاری کا شبہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں عطر اور کستوری سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ خوشبو مسواک وغیرہ سے زائل نہیں ہوسکتی۔

(۴) صدقہ و خیرات کرنا، کیونکہ اس سے ایک طرف رضا الٰہی حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف لوگوں کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے دنیا سے نفرت اور آخرت کی طرف میلان میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۵) یاد الٰہی میں مصروف ہونا، کیونکہ ذکر خداوندی کی برکت سے مسلمان شیطانی وساوس اور حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے اطمینان قلب اور سکون کی دولت میسر آتی ہے۔

امت محمدیہ کو پانچ امور کا حکم:

خاتم الانبیاء، امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ اپنی پیدائش کے وقت اس کی مغفرت کے طالب رہے، معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے دوران بھی اس کی بخشش کی التجاء کرتے رہے اور تا حیات اس کی بہتری و آخرت میں کامیابی کے متمنی رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو پانچ امور کا خصوصیت سے حکم دیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱) امیر کی بات کو توجہ سے سننا: اس لیے کہ اسے نیابت الٰہی اور نیابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اگر اس کی گفتگو یا حکم کو توجہ سے سنا جائے گا تو اسے عملی جامہ پہنانے کا جذبہ بھی موجزن ہوگا، جو ضروری و واجب ہوتا ہے۔

(۲) اطاعت امیر: چونکہ امیر اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کا نائب ہوتا ہے، وہ جب تک اس کے احکام کے مطابق چلے تو اس کی اطاعت واجب وضروری ہے۔ اس کی نافرمانی اور اس کے خلاف بغاوت کرنا حرام ہے۔

(۳) جہاد کرنا: لفظ ''جہاد'' جہد سے بنا ہے' جس کا مطلب ہے: کوشش کرنا۔ اصطلاحی معنی ہے: اسلام کی ترقی اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے کوشش کرنا۔ سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنے کو بھی جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وطن عزیز کے دفاع، اس کی سرحدوں کے تحفظ اور جان و مال کی حفاظت کے لیے دشمن کا مقابلہ کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے۔ جب مجاہد اپنے گھر سے دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کا دفاع کرنے کے لیے روانہ ہوتا ہے' تو اس کا سفر جنت کا سفر بن جاتا ہے۔ مجاہد کو شہادت کے وقت کانٹا چبھنے کے برابر بھی تکلیف نہیں ہوتی اور اسے بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ شہید کو بوقت شہادت زیارت باری تعالیٰ کا اعزاز حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جسم کے ٹکڑے ہونے کے باوجود اسے تکلیف نہیں ہوتی۔

جہاد کی مشہور تین اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(الف) جہاد بالمال: مجاہدین کو سواری، اسلحہ اور خورد و نوش کی اشیاء فراہم کرنے کو ''جہاد بالمال'' کہا جاتا ہے۔ جہاد بالمال کی بھی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے کہ اسے بھی جہاد میں حصہ لینے والے کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

(ب) جہاد بالقلم: مسلمانوں کو تحریر کے ذریعے جہاد کے لیے تیار کرنے کو ''جہاد بالقلم'' کہا جاتا ہے۔ اس کی اہمیت بھی مسلمہ ہے' جس سے کوئی باشعور شخص انکار نہیں کر سکتا۔

(ج) جہاد بالنفس: اپنے نفس اور شیطان کے خلاف ''جہاد'' کو ''جہاد بالنفس'' کہا جاتا ہے، جس کی اہمیت پہلی دونوں اقسام سے زیادہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) یعنی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں''۔ یہاں جہاد اکبر سے مراد نفس کے خلاف جہاد ہے۔

(۴) ہجرت کرنا: زمین کے کسی خطہ یا ملک میں کفر کا غلبہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے میں دشواری پیش آتی ہو یا دشمن کی طرف سے مکمل پابندی عائد کی گئی ہو' تو وہاں سے دوسرے ملک یا دوسرے خطہ کی طرف سفر کر جانے کو ''ہجرت'' کہا جاتا ہے۔ ہجرت کرنے والے کو مہاجر کہا جاتا ہے اور یہ ہجرت تا قیامت جاری رہے گی۔ ہجرت سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

ہجرت کی فضیلت و اہمیت قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں چند آیات درج ذیل ہیں:

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (البقرہ:۲۱۸)

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

(ii) وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰہِ

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے پاس ہے۔

(iii) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰہِ ط وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (التوبہ:۲۰)

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی اور انہوں نے اپنے اموال ونفوس کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے اور وہی لوگ کامیاب ہیں''۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(iv) الهجرة تهدم ما كان قبلها

''ہجرت سابقہ گناہوں کو مٹادیتی ہے''۔

مذکورہ بالا دلائل ونصوص سے ہجرت کی فضیلت عیاں ہو جاتی ہے۔

(۵) مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہنا: مسلمانوں کو باہم ایک دیوار کی طرح متحد ومتفق ہونا چاہیے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

''اور (اے مسلمانو! تم) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو''۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ

''تم بڑی جماعت سے وابستہ رہو'': ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ

''جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں ڈالا گیا''۔

جماعت مسلمین سے الگ ہونے والا شخص خواہ صوم وصلوٰۃ کا پابند اور صاحب تقویٰ وصالح کیوں نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا، کیونکہ اسے جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مَثَلِ الْمُؤْمِنِ الْقَارِئِ لِلْقُرْاٰنِ وَغَیْرِ الْقَارِئِ

باب 4: قرآن پاک پڑھنے والے اور قرآن پاک نہ پڑھنے والے مؤمن کی مثال

2791 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْاُتْرُنْجَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُهَا طَیِّبٌ وَّمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَا رِیْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ رِیْحُهَا مُرٌّ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ اَیْضًا

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ مؤمن جو قرآن پاک پڑھتا ہے اس کی مثال اس ناشپاتی کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی پاکیزہ ہوتا ہے اور جو مؤمن قرآن پاک نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی طرح ہے جس کی خوشبو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ میٹھا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن پاک پڑھتا ہے اس کی مثال ریحانہ نامی پھل کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن پاک نہیں پڑھتا۔ اس کی مثال حنظلہ نامی پھل (یا بوٹی) کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی بری ہوتی ہے اور ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شعبہ نے بھی اسے قتادہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2792 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ وَغَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ کَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّیَاحُ تُفَیِّئُهُ وَلَا یَزَالُ الْمُؤْمِنُ یُصِیْبُهُ بَلَاءٌ وَّمَثَلُ

2791۔ اخرجه البخاری (٦٨٣/٨): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل القرآن علی سائر الکلام، حدیث (٥٠٢٠)، (٤٦٦/٩): کتاب الاطعمة: باب: ذکر الطعام، (٥٤٥/١٣): کتاب التوحید: باب: قراءة الفاجر و المنافق القران و اصواتهم و تلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، حدیث (٧٥٦٠)، و مسلم (١٣٨/٣ - الابی): کتاب صلاة المسافرین و قصرها: باب: فضیلة حفاظ القرآن، حدیث (٧٩٧/٢٤٣)، و ابوداؤد (٦٧٥/٢): کتاب الادب: باب: من یومر ان یجالس، حدیث (٤٨٣٠)، و النسائی (١٢٤/٨): کتاب الایمان و شرائعه، باب: مثل الذی یقرأ القرآن من مومن و منافق، حدیث (٥٠٣٨)، و ابن ماجه (٧٧/١): کتاب المقدمة، باب: فضل من تعلم القرآن و علمه، حدیث (٢١٤)، و الدارمی (٤٤٢/٢): کتاب فضائل القرآن: باب: مثل المومن الذی یقرأ القرآن، واحمد (٣٩٧/٤، ٤٠٣، ٤٠٤، ٤٠٨)، وابن حمید ص (١٩٨)، حدیث (٥٦٥).

2792۔ اخرجه مسلم (٢١٦٣/٤): کتاب صفات المنافقین و احکامهم: باب: مثل المومن کالزرع، و مثل الکافر کشجر الارز، حدیث (٢٨٠٩/٥٨)، و احمد (٢٣٤/١)، (٢٨٣/٢).

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُنَافِقِ مَثَلُ شَجَرَةِ الْأَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتّٰى تُسْتَحْصَدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مؤمن کی مثال کھیت کی طرح ہے' جسے ہوا مسلسل جھکاتی رہتی ہے۔ کبھی دائیں طرف کر دیتی ہے۔ کبھی بائیں طرف کر دیتی ہے۔ اسی طرح مؤمن ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہتا ہے' اور منافق شخص کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے' جو ڈولتا (لہراتا) نہیں ہے' یہاں تک کہ (ایک ہی مرتبہ) اسے جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2793 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَّا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ اَقُوْلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَدَّثْتُ عُمَرَ بِالَّذِيْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ كَذَا وَكَذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک درخت ایسا ہے: موسم خزاں میں بھی اس کے پتے نہیں جھڑتے اور اس کی مثال مؤمن کی طرح ہے' تم مجھے بتاؤ! وہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ جنگل کے مختلف درختوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ میرے ذہن میں آیا: یہ کھجور کا درخت ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے' تو مجھے اس بات پر حیاء آئی (یعنی میں یہ بات بیان کرتا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بعد میں' میں نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہی: جو مجھے خیال آیا تھا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس وقت یہ بات کہہ دیتے تو یہ میرے نزدیک فلاں' فلاں چیز ملنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2793۔ اخرجه البخاری (۱۷۵/۱): کتاب العلم: باب: قول المحدث حدثنا او اخبرنا، حدیث (۶۱)، (۱۷۸/۱) نفس الکتاب و الباب حدیث (۶۲)، (۲۷۷/۱): کتاب العلم: باب: الحیاء فی العلم، حدیث (۱۳۱)، و مسلم (۲۱۶٤/٤) کتاب صفات المنافقین و احکامهم، باب: مثل المومن مثل النخلة، حدیث (۲۸۱۱/۶۳)، و احمد (۶۱/۲، ۱۲۳، ۱۵۷)، والحمیدی (۲۹۸/۲)، حدیث (۶۷۷)، و ابن حمید ص (۲۵۳)، حدیث (۷۹۲)۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شرح

احادیث باب کی مثالوں کا خلاصہ:

قرآن کریم کلام الٰہی ہے، جو ظاہر و باطن میں تاثیر رکھتا ہے۔ مومن اگر تلاوت قرآن کا عادی ہوگا تو اس کی مثال سنگترے کی ہے کہ اس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی شیریں ہوتا ہے۔ جو مسلمان تلاوت قرآن کا عادی نہیں ہے اس کی مثال کھجور کی ہے' جس کے خوشبو تو نہیں ہوتی لیکن اس کے اندر مٹھاس و لذت ضروری ہوتی ہے۔ منافق حقیقی اگر تلاوت قرآن کا عادی نہیں ہے' تو اس کی مثال حنظلہ (اندرائن) کی ہے، جس کے ظاہر و باطن میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ اگر منافق غیر حقیقی ہو کہ وہ زبان سے تلاوت قرآن کرتا ہے لیکن دل سے نہیں، اس کی مثال خوشبودار پھل کی ہے' جس کی خوشبو تو ہوتی ہے مگر بدذائقہ ہوتا ہے۔

دوسری حدیث باب میں مومن کی مثال کھیتی سے بیان کی گئی ہے مثلاً گندم کا کھیت ہے' تو ہوا چلنے سے گندم کی فصل مخالف سمت میں جھک کر زمین کے ساتھ لگ جاتی ہے اور چاروں طرف سے چلنے والی ہوا کا یہی نتیجہ ہوتا ہے مگر جڑوں سے اکھڑتی نہیں ہے۔ مومن کو بھی زندگی میں کئی نشیب و فراز سے دوچار ہونا پڑتا ہے، کبھی اسے فرحت و مسرت حاصل ہوتی ہے اور کبھی پریشانی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ منافق کی مثال صنوبر و سرو کے درخت کی ہے کہ ہوا چلنے سے وہ جھکتا نہیں ہے مگر زیادہ آندھی چلنے کی وجہ سے جھکنے کے بجائے جڑ سے اکھڑ کر اپنا وجود ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح منافق تکبر و غرور کا ایسا مجسمہ ہوتا ہے کہ اس میں لچک نہیں ہوتی کہ وہ باطل کو ترک کرے اور حق کو قبول کرلے مگر وہ جان سے مر جاتا ہے۔

تیسری حدیث باب میں یہ مثال بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھجور کا گوند تناول کررہے تھے کہ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ مومن کی طرح اس کا ہر جز مفید ہے، بتاؤ وہ کون سا درخت ہوسکتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی کے ذہن میں اس کا جواب نہ آیا لیکن وہ بھی اکابر کے احترام کی وجہ سے جواب عرض نہ کرسکے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جواب دیا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

سوال: کھجور کے درخت کے ساتھ مومن کی تشبیہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی کثیر وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) جس طرح مومن پانی میں ڈوبنے کے سبب ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح کھجور کا درخت بھی زیر آب آنے سے ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) انسان عاشق مزاج واقع ہوا ہے، اسی طرح کھجور کے درخت میں بھی عشق موجود ہوتا ہے۔

(۳) جس طرح انسان کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح کھجور کا درخت اوپر سے کاٹ دیا جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۴) کھجور کے درخت سے ایسی بو آتی ہے جیسی مومن کی منی سے آتی ہے۔

(۵) جس طرح مذکر و مؤنث کے ملاپ سے انسانوں میں تناسل کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اسی طرح کھجور کے درختوں میں تذکیر و تانیث کے ملاپ سے پھل میں اضافہ ہوتا ہے۔

سوال: ایک روایت کے الفاظ ہیں: نهى عن الاغلوطات یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہیلی بجھوانے سے منع کیا ہے جبکہ آخری حدیث باب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، ایسے روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: ایسی پہیلی منع ہے جو غیر مفید ہو اور اس کا مقصد سامع کو حقیر و ذلیل کرنا ہو، اگر پہیلی سے ذہن تیز کرنا یا وہ نافع ہو تو اس کے بجھوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آخری حدیث باب سے حاصل ہونے والے مسائل:

آخری حدیث باب سے حاصل ہونے والے چند ایک مسائل درج ذیل ہیں:

(۱) معلم کو چاہیے کہ اپنے تلامذہ کی علمی استعداد کا جائزہ لینے اور ان میں ذوق تحقیق پیدا کرنے کے لیے سوال کرتے رہا کریں۔

(۲) طلباء سے ان کی علمی استعداد سے بڑا سوال نہیں کرنا چاہیے بلکہ سوال ایسا ہونا چاہیے جس کے جواب کا قرینہ بھی موجود ہو۔

(۳) جواب دینے میں طلباء کو خاموشی اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ جواب دے دینا چاہیے۔ اگر جواب درست ہوا تو طالب علم کی حوصلہ افزائی ہوگی ورنہ اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔

(۴) اولاد کی علمی و فنی ترقی کے سبب والدین کو مسرت حاصل ہوتی ہے۔

(۵) جواب دیتے وقت اکابر کے مراتب کو نظر انداز ہرگز نہ کیا جائے بلکہ عاجزی سے جواب عرض کر دیا جائے اور جواب دینے میں سکوت اختیار نہ کیا جائے۔

بَاب مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

باب 5: پانچ نمازوں کی مثال

2794 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَىْءٌ

2794۔ اخرجه البخاری (۱۴/۲): کتاب امواقیت الصلاة: باب: الصلوات: الخمس حدیث (۵۲۸)، و مسلم (۶۰۶/۲ - الابی): کتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: المشی الی الصلاة تمحی به الخطایا و ترفع به الدرجات، حدیث (۶۶۷/۲۸۳)، و النسائی (۲۳۰/۱): کتاب الصلاة: باب: فضل الصلوات الخمس، حدیث (۴۷۳)، و الدارمی (۲۶۷/۱): کتاب الصلاة: باب: فضل الصلوات، و احمد (۳۷۹/۲)۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالُوْا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ الْقُرَشِيُّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارا کیا خیال ہے اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر موجود ہو اور وہ اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گا؟ تو لوگوں نے عرض کی: اس کا کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

پانچ نمازوں کی مثال اور برکات نماز:

حدیث باب میں غیر محسوس چیز (نماز) کی محسوس چیز (غسل) کے ساتھ مثال بیان کی گئی یعنی جس طرح ایک دن میں پانچ بار غسل کرنے والے کے جسم پر میل کچیل باقی نہیں رہتا، اسی طرح باقاعدگی سے پنجگانہ نماز ادا کرنے والے کے ذمہ میں کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ اس روایت سے مراد ہیں جو چھوٹے چھوٹے دھبوں کی صورت میں ہوتے ہیں جبکہ کبائر بڑے بڑے دھبوں کی شکل میں ہوتے ہیں جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اس کی دلیل یہ مشہور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرُ (مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث ۵۶۴) پانچوں نمازیں درمیان میں ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جب کبائر سے اجتناب کیا جائے"۔ علاوہ ازیں احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان المبارک سے لے کر دوسرے رمضان المبارک تک، ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک اور ایک حج سے لے کر دوسرے حج تک گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

سوال: یہاں صغیرہ گناہ مراد ہیں یا کبیرہ؟

جواب: علامہ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہاں مطلق گناہ مراد ہیں جو صغائر اور کبائر دونوں کو شامل ہے یعنی نماز کی برکت سے صغائر اور کبائر دونوں قسم کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں لیکن جمہور فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کبائر توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے جبکہ صغائر اعمال صالحہ یعنی نماز، جمعہ، روزہ، عمرہ اور حج وغیرہ کی برکات سے معاف ہو جاتے ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

2795 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ يَحْيَى الْأَبَحُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ اٰخِرُهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَمَّارٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسٰى : وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: قَالَ وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُثَبِّتُ حَمَّادَ بْنَ يَحْيَى الْأَبَحَّ وَكَانَ يَقُولُ هُوَ مِنْ شُيُوخِنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے جس میں یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ اس کا ابتدائی حصہ زیادہ بہتر تھا یا آخری حصہ زیادہ بہتر ہے؟

اس بارے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے حماد بن یحییٰ الابح کو مستند قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یہ ہمارے مشائخ میں سے ہیں۔

شرح

امت محمدیہ کی بارش کے ساتھ مثال بیان کرنے کی وجہ:

حدیث باب میں امت محمدیہ کی بارش کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے کہ جس طرح خشک سالی میں بارش کا ہر قطرہ زمین کے لیے مفید و نافع ہوتا ہے، اسی طرح امت محمدیہ کے ہر دور کے لوگ معزز و محترم ہیں۔ تاہم **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (او کما قال علیه السلام)** (بہترین زمانہ میرا ہے، پھر اس کے بعد آنے والا پھر اس کے بعد آنے والا) کے مطابق صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ترجیح و فضیلت حاصل ہے۔

پہلی امتوں میں ان کا اول دور افضل ہوا کرتا تھا، کیونکہ بعد والے لوگ اپنی نازل شدہ کتاب میں تبدیلی کر لیتے تھے اور اپنے نبی کی شریعت کا حلیہ تبدیل کر دیتے تھے۔ پھر نیا نبی آتا جو نئی کتاب و شریعت لا کر قوم کی تربیت کرتا تھا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ کی کتاب میں تبدیلی کرنا ناممکن ہے اور آپ کی شریعت بھی مستقل ہے۔ اس طرح آپ کی امت کا ہر دور بابرکت ہے خواہ وہ اول ہو یا وسط یا آخری ہو لیکن صحابہ کرام امت کے پیشوا اور مقتداء ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ امت محمدیہ کے آخری دور سے لوگوں کو اس بات کی تشفی دینا مقصود ہے کہ جس طرح قرون اولیٰ کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلے تھے اسی طرح آخری دور کے لوگوں کے لیے بھی کھلے ہیں،

2795۔ اخرجه احمد (۳/ ۱۳۰، ۱۴۳).

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ اس امت کے لیے ہر دور میں خیر ہی خیر رکھی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَثَلِ ابْنِ اٰدَمَ وَاَجَلِهٖ وَاَمَلِهٖ

باب 6: آدمی، اس کی موت اور اس کی امید کی مثال

2796 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا بَشِيْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذِهٖ وَمَا هٰذِهٖ وَرَمٰى بِحَصَاتَيْنِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَاكَ الْاَمَلُ وَهٰذَاكَ الْاَجَلُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تم یہ جانتے ہو کہ اس کی اور اس کی کیا مثال ہے۔ آپ نے دو کنکریاں پھینک کر یہ بات ارشاد فرمائی۔ لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ امید (زندگی) ہے اور یہ موت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

ابن آدم، موت اور امید کی مثال:

حدیث باب میں آدمی کی طویل امید اور قرب موت کی مثال بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی موجودگی میں دو کنکریاں پھینکیں جن میں سے ایک دور جا گری اور ایک قریب ہی گر گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ کنکریوں کے گرنے کے بارے میں جانتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دور والی کنکری ابن آدم کی امید ہے اور قریب والی کنکری اس کی موت ہے۔ گویا انسان کی امید طویل ہے جبکہ موت سر پر ہے۔ ایسے حالات میں آدمی کو دنیا طلبی کی امید نہیں رکھنی چاہیے بلکہ آخرت کی فکر دامن گیر ہونا چاہیے۔

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

ہمہ وقت موت یاد رکھنے کے فوائد:

ہمہ وقت موت کو یاد رکھنے کے کثیر فوائد ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

گناہوں سے احتراز کرنا۔

2796۔ تفرد به الترمذی كما جاء فی (التحفة) (۷۸/۲)، حدیث (۱۹۵۰) متفرد به۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فضولیات ولغویات سے اجتناب کرنا۔

ظلم وزیادتی سے دور رہنا۔

عبادت خداوندی میں مصروف رہنا۔

اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر خداوندی میں مشغول رہنا۔

اعمال صالحہ میں اضافہ ہونا۔

اعمال سیئہ میں کمی آنا۔

2797 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْمَا خَلَا مِنَ الْاُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّهُ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ ان کے مقابلے میں تمہاری عمر کی مثال اس طرح ہے جیسے عصر سے لے کر سورج غروب ہونے کا وقت ہے۔ تمہاری اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کچھ لوگوں کو مزدور رکھتا ہے اور یہ کہتا ہے: کون شخص دوپہر تک میرے لیے کام کرے گا؟ ایک قیراط کے عوض میں؟ یہودیوں نے ایک قیراط کے عوض میں یہ کام کرلیا' پھر اس شخص نے کہا: دوپہر سے لے کر عصر کی نماز کے وقت تک ایک قیراط کے عوض میں کون میرے لیے کام کرے گا؟ تو عیسائیوں نے ایک قیراط کے عوض میں یہ کام کرلیا' پھر تم لوگ آ گئے' تم نے عصر کی نماز سے لے کر سورج غروب ہونے تک دو قیراط کے عوض میں یہ کام کیا' تو یہودی اور عیسائی غضب ناک ہو گئے اور بولے: ہم نے زیادہ کام کیا ہے' اور ہمیں کم معاوضہ ملا ہے' تو پروردگار نے فرمایا کیا میں نے تمہارے حق کے حوالے سے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔ وہ جواب دیں گے: نہیں! تو پروردگار نے فرمایا: یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں عطا کردوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2797- اخرجه البخاري (٥٢٢/٤): كتاب الاجارة: باب: الاجارة الى صلاة العصر، حديث (٢٢٦٩)، و احمد (١١١/٢، ١١٢).

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شرح

یہود ونصاریٰ اورامت محمدیہ کی مثال:

حدیث باب میں امت محمدیہ کی پہلی دوامتوں کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے۔جس کی تفصیل یوں ہے: کوئی شخص اپنا مکان تعمیر کرنا چاہتا ہے'تواس نے خیال کیا کہ دو پہر تک مکان کی تعمیر مکمل ہوجائے گی اوراس نے ایک قیراط (ایک قیراط دینار کا بیسواں یا درہم کا بارہواں حصہ ہوتا ہے) کے عوض صبح کے وقت مزدور لگا دیا، دو پہر ہونے پر مالک کو نہ تو اس کا کام پسند آتا ہے اور نہ مزدور کام مکمل کر پاتا ہے۔مالک حسب وعدہ اسے ایک قیراط مزدوری دے کر فارغ کرتا ہے۔پھراسے خیال آتا ہے کہ یہ تعمیر کا کام نماز عصر تک مکمل ہوجائے گا تو وہ دوسرا مزدور لگا دیتا ہے جبکہ اس کی مزدوری بھی ایک قیراط مقرر کر دیتا ہے۔عصر کا وقت ہونے پر اسے نہ تو کام پسند آتا ہے اور نہ کام مکمل ہوتا ہے۔وہ حسب وعدہ مزدور کو ایک قیراط مزدوری دے کر اس مزدور کو بھی فارغ کر دیتا ہے۔پھر مالک تیسرے مزدور کا انتخاب کرتا ہے اور اسے کہتا ہے آپ نے تعمیر کا کام نہایت پھرتی کے ساتھ عصر سے مغرب تک مکمل کرنا ہے اور کام کے معیار کو بھی پیش نظر رکھنا ہے جبکہ تمہاری مزدوری دو قیراط ہوگی۔یہ مزدور تیز رفتاری اور معیار کے مطابق مغرب تک تعمیر کا کام مکمل کر لیتا ہے'تو مالک خوش ہو کر اسے دو قیراط مزدوری پیش کر دیتا ہے۔یہ منظر دیکھ کر پہلے دونوں مزدور مالک کے پاس آتے ہیں اور اس سے جھگڑتے ہیں کہ ہم نے وقت زیادہ لگایا ہے اور کام بھی زیادہ کیا تو اس مزدور کے مقابل ہمیں مزدوری کم کیوں دی گئی؟ مالک جواب میں کہتا ہے کہ جتنی مزدوری میں نے تمہارے لیے مقرر کی تھی کیا میں نے اس سے کم کی ہے؟ وہ جواب میں کہتے ہیں: نہیں۔مالک کہتا ہے پھر تمہاری طرف سے میرے ساتھ تنازع کرنا اچھا نہیں ہے۔البتہ تیسرے مزدور نے خواہ مختصر وقت کام کیا مگر اسے ڈبل مزدوری میرا انعام ہے۔

پہلے مزدور سے مراد یہودی، دوسرے سے مراد عیسائی اور تیسرے سے مراد امت محمدیہ ہے۔حدیث باب میں بھی اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ امت محمدیہ اجر وثواب میں دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی ہے، کیونکہ اسے ایک نیکی کے عوض اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نیکیوں کا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جو ایک نیکی کرتا ہے'تو اسے دس نیکیوں کے برابر اجر دیا جاتا ہے۔اس کے مقابل دوسری امتوں کو ایک نیکی کا ثواب ایک نیکی کا دیا جاتا ہے۔

2798 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّمَا النَّاسُ كَاِبِلٍ مِائَةٍ لَّا يَجِدُ الرَّجُلُ فِيْهَا رَاحِلَةً

2798- اخرجه البخاری (۱۱/۳٤۱): کتاب الرقاق: باب: رفع الامانة حدیث (٦٤٩٨)، و مسلم (٤/١٩٧٣): کتاب فضائل الصحابة: باب: قوله صلی الله علیه وسلم، الناس کابل، مائة لا تجد فیها راحلة حدیث (٢٣٢/٢٥٤٧)، و الحمیدی (٢/٢٩٣)، حدیث (٦٦٣)، واحمد (٢/٧، ٤٤، ٨٨، ١٢١، ١٢٢)، و ابن حمید ص (٢٣٨) حدیث (٧٢٤).

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اختلاف روایت: حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَقَالَ لَا تَجِدُ فِیْهَا رَاحِلَةً اَوْ قَالَ لَا تَجِدُ فِیْهَا اِلَّا رَاحِلَةً

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں کی مثال ان 100 اونٹوں کی طرح ہے جن میں آدمی کو ایک بھی سواری کے لیے (قابل) نہیں ملتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

"جن میں سے تم کسی ایک کو بھی سواری کے قابل نہیں پاؤ گے"۔

(راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) تم ان میں سے صرف ایک کو سواری کے قابل پاؤ گے۔

شرح

مخلص فی الدین لوگوں کی کمی ہونا:

لفظ "راحلة" کا اطلاق اس اونٹ پر ہوتا ہے جسے سواری یا بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ "مائة" کا معنی "سو" ہے لیکن یہاں تحدید وعدد مراد نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے۔ حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ قرون اولیٰ میں مخلص فی الدین لوگوں کی کثرت تھی جبکہ اب قحط الرجال فی الدین کی صورت پیدا ہوگئی ہے یعنی مخلص فی الدین لوگوں کی تعداد قلیل ہے۔

سوال: مخلص الدین لوگوں کو قلیل کہنا درست نہیں ہے کیونکہ بڑی بڑی مساجد نمازیوں سے بھری پڑی ہیں، وہاں لوگ مخلص فی الدین ہی تو ہوتے ہیں؟

جواب: جب بالغ لڑکوں، مردوں اور عورتوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کی مجموعی تعداد کے سامنے مقابل میں موجود لوگوں کی تعداد یقیناً قلت کو ظاہر کرتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد میں تشریف لائے تو نمازیوں کی کثرت کو دیکھ کر فرمایا: خواہ لوگوں کی تعداد کثیر ہے لیکن ان میں مخلص فی الدین لوگ قلیل ہیں۔

الفاظ حدیث: لا تجدفیها راحلة او قال: لا تجد فیها الا راحلة سے محدثین کی احتیاط فی الحدیث کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے رواۃ سے جیسے سنا ویسے ہی بغیر کسی تبدیلی کے دوسروں کے سامنے بیان کردیا۔

2799 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِیْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ

2799- اخرجه البخاری (۳۲۳/۱۱): کتاب الرقاق: باب: الانتهاء عن المعاصی، حدیث (۶۴۸۳)، ومسلم (۱۷۸۹/۴): کتاب الفضائل، باب: شفقته صلی الله علیه وسلم علی امته و مبالغة من تحذیرهم مما یضرهم، حدیث (۲۲۸۴/۱۷)، و احمد (۲۴۴/۲)، و الحمیدی (۴۴۹/۲)، حدیث (۱۰۳۸)۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّمَا مَثَلِىْ وَمَثَلُ اُمَّتِىْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ الذُّبَابُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَاَنَا اٰخُذُ بِحُجَزِكُمْ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِيْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو آگ جلاتا ہے' تو کیڑے مکوڑے اور پروانے اس پر گرنے لگتے ہیں' تو میں تمہاری کمر سے پکڑ کر اس سے بچاتا ہوں اور تم اس پر گرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو جہنم سے بچانا:

زمانہ جاہلیت میں لوگ زنا کاری، شراب نوشی اور بت پرستی جیسے امراض میں مبتلا تھے جس کے نتیجہ میں شمع کے پروانوں کی طرح جہنم کا ایندھن بن رہے تھے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اس انداز سے تربیت فرمائی کہ وہ مذکورہ امراض سے تائب ہو کر نہ صرف مسلمان بن گئے بلکہ تا قیامت آنے والے لوگوں کے مقتداء قرار پائے...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ''خیر الامم'' کے لقب سے یاد کیا گیا اور ان کے لیے کثیر انعامات کا وعدہ فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء ہیں اور آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل نہ ہوں گے اس وقت تک کوئی نبی جنت میں داخل نہیں ہو گا اور جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو گی کوئی دوسری امت جنت میں داخل نہ ہو سکے گی۔ خواہ پہلی امتوں کے مقابلہ میں امت محمدیہ کی عمریں کم ہیں لیکن عمل' اجر و ثواب اور فضیلت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو شرک کی لعنت سے بچا کر دائمی عذاب جہنم سے محفوظ فرما دیا اور جنت کی حقدار بنا ڈالی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari